

سب کچھ خراب نہیں ہے!

پچھلے ہفتہ ایک ٹوی وی چینل پر گیا تو پروگرام شروع ہونے میں تقریباً پانچ دس منٹ تھے۔ خبروں کا وقت تھا۔ ایک نیوز کا سطح خبریں پڑھ رہی تھی۔ انکو اچھی طرح جانتا تھا کیونکہ انکے ساتھ لاتعداد پروگرام کرچکا ہوں۔ جب وہ اٹھ کر جانے لگی تو محسوس ہوا کہ کافی کمزور ہو چکی ہے۔ صحت کا دریافت کیا تو انتہائی اعتماد سے بتایا کہ کورونا ہو گیا تھا۔ خود ہی بتانا شروع کر دیا کہ ایک ماہ قبل تیز بخار ہوا۔ فوری طور پر جگر اور گردہ تبدیل کرنے کے سینٹر سے رابطہ کیا جو کہ لاہور ڈنپس میں واقع ہے اور آج کل اسے قرنطینہ سینٹر بنادیا گیا ہے۔ خاتون کو ہاں داخل کر لیا گیا۔ گیارہ دن علاج ہوتا رہا۔ انسانی سطح پر یہ سب کچھ سنکر جذبہ ہمدردی تو محسوس ہوتا ہے۔ مگر اس میں کوئی بھی ایسی بات نہیں کہ انسان توجہ دے۔ ذہن میں تھا کہ حکومت کے قائم کردہ قرنطینہ میں کیا سہولتیں ہو گیں؟ کچھ بھی نہیں۔ کیا ہونا ہے۔ صرف خانہ پری ہی ہو گی۔ مگر اس خاتون کا جواب میری سوچ سے حد درجہ مختلف تھا۔ کہنے لگی کہ اس سینٹر میں ہر طرح کی سہولت موجود تھی۔ صاف سترہ اور انتہائی معیاری ماحول تھا۔ ڈاکٹر اور نرسرز بھر پور طریقے سے مریضوں کو دیکھ رہے تھے۔ کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ میرے لیے یہ جواب کافی حد تک حیران کن تھا۔ بطور ڈاکٹر اندازہ ہے کہ قوت مدافعت بڑھانے کیلئے ہائی پر ڈین ڈائٹ کی ضرورت ہوتی ہے۔ پوچھا کہ کھانا کیا تھا۔ خاتون کا جواب کم از کم موقع نہیں تھا۔ انتہائی بہتر کھانا تھا۔ مچھلی اور ہائی پر ڈین ڈائٹ ملتی تھی۔ پھر خود ہی بتانے لگی کہ صحت یا بہو کراپنے گھر چلی گئی۔ پورے ایک ماہ بعد ٹوی وی سٹیشن پرواپس آئی ہے۔ خوشگوار جیرت ہوئی کیونکہ ہم لوگ تو صرف اور صرف منفی باتیں ہی سنتے رہتے ہیں۔ خیر تمام گفتگو فراموش ہو گئی۔

چار دن پہلے، اپنے ایک دوست ڈاکٹر احمد کی والدہ کو دیکھنے کیلئے گنگارام ہسپتال جانا ہوا۔ والدہ حد درجہ ضعیف تھیں اور کورونا کی وجہ سے سرکاری ہسپتال کی ایر جنسی بلڈنگ میں واقع انتہائی نگہداشت یونٹ میں تھیں۔ جاتے ہوئے تمام حفاظتی اقدامات کر رکھے تھے۔ جب آئی سی یو میں گیا تو ڈاکٹر صاحب کی والدہ، وینٹی لیٹر پر تھیں۔ اسی وارڈ میں مزید چھ مریض تھے۔ ڈیوٹی پر دو ڈاکٹر اور چار نرسرز موجود تھیں۔ ہر مریض کے ساتھ تمام آلات موجود تھے جو کسی بھی ایر جنسی میں جان بچانے کیلئے استعمال ہو سکتے ہیں۔ تسلی سے آئی سی یو کا جائزہ لیا۔ تو یہی اندازہ ہوا کہ اس جگہ مریضوں کی بھر پور دیکھ بھال ہو رہی ہے۔ بطور ڈاکٹر عرض کر رہا ہوں کہ اس قرنطینہ کے آئی سی یو میں وینٹی لیٹر سے لیکر تمام طبی سہولیات موجود تھیں۔ دو چار منٹ ڈاکٹر صاحب کی والدہ کی خیریت دریافت کی اور واپس چلا آیا۔ واپسی پر اچانک خاتون اینکر کی باتیں ذہن میں آگئیں۔ پھر آئی سی یو میں خود معاملات کو دیکھنے کا موقعہ ملا۔ صرف باتیں نہیں۔ جب بذاتِ خود آئی سی یو دیکھ لیا تو پھر مبالغہ کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ گنگارام ایک پرانا سرکاری ہسپتال ہے۔ اس میں سرکاری سطح کے وہ تمام وسائل موجود ہیں جو کسی بھی سرکاری ادارے میں ہو سکتے ہیں۔ مگر اس کا قرنطینہ آئی سی یو بہت اچھا تھا۔ آلات کے حساب سے بھی اور سٹاف کے اعتبار سے بھی۔ جب خود دیکھ لیا تو اپنے ذہن میں بطور امانت یہ خیال آیا کہ ہم ہر وقت اپنے ملک کا مفتی پہلو اجاگر کرتے ہیں۔ ہر وقت براہیاں کرتے رہتے ہیں۔ اس آئی سی یو کا ذکر اچھے الفاظ میں کیوں نہ کیا جائے۔ ایمانداری کی بات ہے کہ اگر میں نے اس

انہائی نگہداشت یونٹ کی تعریف نہ کی، تو یہ فکری نا انصافی ہو گی۔ میں نے معاملات کو خود لیکھ کر، سنجیدہ طریقے سے تجزیہ کیا۔ پھر یہ فکر، الفاظ کے روپ میں ڈھال رہا ہوں۔ یہ بات درست ہے کہ ہمارا طبی شعبہ ہرگز ہرگز بین الاقوامی معیار کا نہیں ہے۔ بطور ڈاکٹر، اندازہ ہے کہ صحت کبھی بھی کسی حکومت کی پہلی ترجیح نہیں رہی۔ مگر تمام کمی کوتا ہیوں کے باوجود، یہ شعبہ کافی حد تک بہتر کام کر رہا ہے۔ لاہور کی بات کر رہا ہوں۔ یعنی پنجاب کی جسکے وزیر اعلیٰ پر ہر شخص نکتہ چینی کرتا رہتا ہے۔ میں بذاتِ خود بھی کئی ٹوی پروگراموں میں وزیر اعلیٰ پنجاب کی ناقص کا کردار گز کرتا رہا ہوں۔ مگر گز کرام کا آئی سی یوڈ لیکھ کر ایک ثبت تاثر ذہن میں اُبھرا۔ ڈاکٹر یاسین راشد کو تو خیر بہت عرصہ سے جانتا ہوں۔ سرسری سی جان پیچان ہے۔ یا سین راشد کو شاباش نہ دینا غیر مناسب ہو گا۔ آج تک وزیر اعلیٰ یا وزیر صحت سے بات نہیں ہوئی۔ نہ ہی بات کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ پنٹیس برس، اقتدار کی گلیوں میں گھوم کر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ مبالغہ آرائی اور دھوکہ کی دنیا ہے۔ بدترین سیاسی دشمن جو ایک دوسرے کو دیکھنے میں سکتے، چہروں پر منافقانہ مسکراہٹ لیے، ایک دوسرے سے بغلگیر ہو رہے ہوتے ہیں۔ بہر حال میر آج کا موضوع یہ ”حریت نگر“ نہیں بلکہ قرنطینہ سے وابسطہ حکومتی ہسپتالوں پر بات کرنا ہے۔ اسیلے مرکزی نکتے سے دور نہیں ہونا چاہتا۔ سرکاری ہسپتال کا آئی سی یوڈ لیکھ کر بہر حال مجھے ازحد اطمینان ہوا ہے۔ حکومتی کام کے متعلق ایک ثبت سوچ ذہن میں آئی ہے۔ پنجاب کی حد تک تو یہ معاملات قدرے تسلی بخش ہیں۔ ہاں، ایک بات ضرور کہنا چاہونگا۔ ایسے لگ رہا ہے کہ پنجاب حکومت، اپنے کاموں کی تشویش کرنا نہیں چاہتی یا کرنے میں پار ہی۔ آج تک کسی جگہ پر میں نے صحت کے شعبہ میں بہتر اقدامات کو کسی تشویشی اعتبار سے نہیں دیکھا۔ تین برس پہلے کے حالات تو ہر ایک کو معلوم ہیں۔ شہباز شریف پروپیگنڈے کے زور پر بھی اپنی خدمات کا اعتراض کروانے کا سلسلہ جاری رکھتے تھے۔ نہیں کہ اس شخص نے کام نہیں کیا۔ مگر اپنے مزاج کی تلخی کی بدولت، ہر خاص و عام سے بد تمیزی کا سلسلہ اتنا زیادہ تھا کہ اکثر لوگ پیٹھ پیچھے غیر مناسب صیغہ استعمال کرتے تھے۔ اشتہارات کے تسلی سے بہر حال اس شخص کو بہت فیض ملا۔ مگر موجودہ پنجاب حکومت، ذاتی تشویش کے معاملے میں مکمل طور پر پیدل ہے۔ یا سین راشد اور موجودہ وزیر اعلیٰ کو اپنے کام پر بہت زیادہ ڈھول بجاتے نہیں سن۔ اسکے مقتضاء، ان لوگوں پر ہر طرف سے منفی اعلانات کے تیر اور بھالے بر سائے جاتے ہیں۔ خیریہ انکا سیاسی مسئلہ ہے۔ کس چیز پر کیا کرنا ہے، اسکا فیصلہ موجودہ پنجاب حکومت نے حقائق کی روشنی میں کرنا ہے۔ بہر حال، کورونا کے بارے میں انکا کام بہت بہتر ہے۔ اسکو منظر عام پر نہ لانا، حد درجہ نا انصافی ہے۔

کورونا ہی کے معاملے میں، ہر وقت ہر بصر، سیاستدان، ایئنکر، تجزیہ کارس و ثوق سے بات کر رہا ہوتا ہے کہ جیسے ہارورڈ یونیورسٹی سے ایم ڈی کی ڈگری لیکر سید ہے ٹوی شو میں نزول ہوا ہے۔ نناوے فیصلہ بصرین کو وبا کی امراض کا کوئی اندازہ نہیں۔ بغیر جانے بوجھے ایسی ایسی درفتی سامنے لاتے ہیں کہ اچھے خاصے ڈاکٹر گھبرا جاتے ہیں کہ جوانہوں نے دس بارہ بر سر پڑھا ہے کہیں وہ غلط ہی نہ ہو۔ سارا علم تو صرف اور صرف ٹوی پر موجود ہے۔ ایم بی بی ایس کی خصیم کتابیں تو صرف کورے صفحات ہیں؟ مگر صاحبان، حقیقت یہی ہے کہ وبا کی امراض کے ماہر ڈاکٹروں کے علاوہ کسی بھی آدمی کے پاس کورونا کے متعلق بہت سطحی سی معلومات ہیں۔ عرض کرنے کا مقصد اس لیے اہم ہے کہ میں کرونا سے مسلک لاک ڈاؤن پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ لاک ڈاؤن ایک فوری اور انہائی قدم ہے۔ یہ انہائی اہم بھی ہے۔ اسکے

فواںد بھی ہیں۔ مگر یہ کرونا کی وباء کا علاج ہرگز نہیں ہے۔ ہر ملک نے اس وباء کے حوالے سے اپنے ملک کے زمینی حقوق دیکھ کر فیصلہ کرنا ہے۔ پاکستان کے حالات امریکہ کے حالات سے حد درجہ مختلف ہیں۔ برطانیہ اور سویڈن کے کرونا کے لحاظ سے حالات منفرد ہیں۔ عرض کروزگا کہ جو پالیسی ہم نے اپنائی ہے، وہ کسی اور ملک میں ناکام ہو سکتی ہے۔ کسی اور ملک کی کامیاب پالیسی ہمارے ملک میں خاک چاٹ سکتی ہے۔ لاک ڈاؤن ہونے یا نہ ہونے پر ہر طرح کی رائے پائی جاتی ہے۔ اسکے حق میں بھی دلائل ہیں اور مخالفت میں بھی۔ کسی ایک نکتہ پر سب کا متفق ہونا تقریباً ناممکن ہو چکا ہے۔ حکومت کیلئے تو سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ اگر مرکزی حکومت مکمل لاک ڈاؤن کی طرف جاتی ہے تو اسکی سیاسی متحارب، سندھ حکومت اس لاک ڈاؤن کی مخالفت شروع کر دیگی۔ اگر سندھ حکومت، اس تالہ بندی میں لوگوں کو بھوکا مرنے دیگی تو مرکزی حکومت اسکی حد درجہ مخالفت کر کے بھوک اور افلas پربات کرنا شروع کر دیگی۔ میڈیا، ہاتھ میں تلوار پکڑ کر جسکی چاہے، مخالفت شروع کر دیگا اور جسکی چاہے معاونت میں بولنا شروع کر دیگا۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت کسی بھی سطح پر کچھ بھی کر لے، اس پر نکتہ چینی ضرور ہوگی جو بالکل بالکل غیر متصب نہیں ہوتی۔ میڈیا کی پالیسی دیکھیے۔ ایک ہی نکتہ پر مختلف چینلز اور خود ساختہ مبصرین کی رائے حد درجہ متضاد ہوتی ہے۔ اکثر اوقات تو دلائل ایسے دیے جا رہے ہوتے ہیں کہ میرے جیسا جاہل انسان سر پکڑ لیتا ہے۔ مگر لا حاصل بحث ہر وقت جاری رہتی ہے۔

کیا ہم انکار کر سکتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں انتہائی غربت موجود نہیں ہے۔ کیا ہم گریز کر سکتے ہیں کہ لوگ بھوک، نگ اور افلas کی بدولت خود کشیاں نہیں کرتے۔ کیا واقعی ہمیں معلوم نہیں ہے کہ دیہاڑی دار طبقہ، روز کما تا اور روز کھاتا ہے۔ کیا کسی کی نظر سے یہ بھی چھپا ہوا ہے کہ ہمارا سفید پوش طبقہ، انتہائی محدود وسائل میں زندگی گزارتا ہے۔ کیا لاک ڈاؤن، بیماری، غربت اور بھوک میں توازن پیدا کرنا واقعی جرم ہے! یہ تو انسانی سوچ ہے کہ وہ کس چیز کو اہم سمجھتا ہے۔ حکومت کی سطح پر اگر، وزیر اعظم نے اس توازن پربات کرنے کی ہمت کی ہے تو وہ ”مکو“ کیسے بن گیا۔ غریب کے مسائل کا ادراک امیر آدمی کر سکتا ہے۔ بالکل نہیں۔ کسی قیمت پر بھی نہیں۔ مگر مغلس کے حق میں سوچنا درست سمت کی طرف جست ہے۔ اگر بھوکوں کا خیال، حکومت نہیں کر سکتی تو کون کر پائیگا۔ میرا حوصلہ، تو گناہ کارا مہپتال کا آئی سی یو دیکھ کر بڑھا ہے۔ حکومت کے اس طرح کے اچھے اقدام کی تعریف در تعریف نہ کرنا، حد درجہ نا انصافی ہوگی؟

راو منظر حیات